جولائی ۱۹۹۳ء

(۱)

جامعۂ علمیہ "باب النجف" جاڑا کی پہلی پیش کش

شیعانِ آلِ محمدؐ خصوصاً واعظین و مبلغین کے لئے نادر و نایاب تحفہ

مقدمہ تفسیر

انوار النجف فی اسرار المصحف

حجۃ الاسلام علامہ حسین بخش مدظلہ بانی و سرپرست جامعہ علمیہ باب النجف

اپنے بچوں کیلئے یہ الیکٹرونکس کاپی بنائی
جس سے دیگر مومنین بھی استفادہ کر سکتے ہیں
طالب سید نذر عباس 12-6-2004

ھدیہ: 130/ روپے

نہ آج کا بنایا ہوا خدائی فرمانروا بن سکتا ہے اور نہ اس دَور کا لوگوں کا بنایا ہوا خدائی خلیفہ و جانشین رسول بن سکتا ہے پس وہ رسولؐ جو مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی (خواہشِ نفسانی سے کلام نہیں کرتا) اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (ان کا کلام تو وحی خدا سے ہی ہوا کرتا ہے) اپنی اُمّت کو کسی سرپرست کے بغیر قطعاً چھوڑ کر نہیں گئے بلکہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تمام احکام قرآنیہ بیان کر کے جائیں اور اتنا بڑا مسئلہ جس پر بعد میں قیامت تک کے لئے پُوری اُمّت کے دینی مسائل کے حل کا دار و مدار ہے اس کو بغیر بیان کے چھوڑ جائیں؟

انہوں نے کُھلے الفاظ میں صریح اور غیر مبہم بیان میں صاف طور پر ثقلین کے ساتھ تمسک کا حکم فرما دیا۔ زبان سے بھی سنایا اور ہاتھوں پہ بلند کر کے دکھایا بھی اور سُنایا بھی اور عملی طور پہ تاج پوشی کر کے بھی آنے والے خطرات کا سدّباب کیا اور یہ سب کچھ اللہ ہی کی جانب سے تھا انہوں نے صرف پہنچا دیا۔

اگرچہ قوم طالوت نے طالوت کے منتخب من اللہ ہونے پر اس کی مالی کمزوری کا اعتراض کیا تھا لیکن خدا کے نزدیک چونکہ معیارِ انتخاب پر پُورا اترنے والا صرف وہی تھا۔ اس لئے وہی منتخب ہوا اور وہی خدائی عہدہ دار رہا۔ خواہ کسی نے مانا یا نہ مانا۔ خدائی عہدہ جس کے پاس ہو کسی کے تسلیم نہ کرنے سے چھن نہیں سکتا۔ جس طرح خُدا کو نہ ماننے والے اس کی خدائی میں موجب نقصان نہیں ہو سکتے۔ رسولؐ کو رسولؐ نہ تسلیم کرنے والے آنحضرتؐ کی رسالت کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اسی طرح علیؑ اور اولادِ علیؑ سے منہ موڑنے والے ان سے نہ عہدۂ ولایت و امامت چھین سکتے ہیں اور نہ ان کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں وہ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن ان کے ساتھ ہے وُہ نہ قرآن سے جُدا ہیں اور نہ قر[آن ان]سے جُدا ہے خواہ کوئی تسلیم کرلے یا نہ کرے

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْمُتَمَسِّكِيْنَ بِالثَّقَلَيْنِ كِتَابِكَ وَعِتْرَةِ نَبِيِّكَ الطَّاهِرِيْنَ

قرآن اور ختمِ نبوّت

کتبِ سماویہ میں سے قرآن مجید کا آخری کتاب ہونا مسلّماتِ اسلامیہ میں سے ہے لیکن یہ کیوں؟

تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ ہر فردِ انسانی کا تدریجی ارتقاء اور ہر مرتبہ میں اس کی دماغی و ذہنی صلاحیتوں کا معتدبہ تفاوت اس امر کا مقتضی ہے کہ اسے ہر مرتبہ میں اسی ہی مرتبہ کی مناسبت سے تعلیم و فرائض و احکام کا حامل قرار دیا جائے کیونکہ وہ اسی کا ہی اہل ہے۔

جس طرح ترقی کے تدریجی مدارج میں بچپنے اور جوانی و بڑھاپے کا فرق ہے کہ بچپنے کے انتہائی دانشمندانہ افعال دورِ جوانی میں طفلانہ حرکات شمار کئے جاتے ہیں گو بچّے کے لئے اس دَور میں وہی زیبا اور اس کی کامیابی و کامرانی و ہر دلعزیزی کا وہی معیار ہوتے ہیں۔ بچے کے لئے ابتدائی درجہ میں حروفِ تہجّی کا سمجھ لینا اور یاد کرنا ویسا ہی مشکل ہوتا ہے۔ جیسا کہ مُنتہی

طلبہ کے لئے اپنا کورس ۔ تاہم کامیابی ہر دور میں اپنے مناسب نصاب و معیار کے ماتحت ہوا کرتی ہے لیکن دل و دماغ پر نتائج کے اثرات یکسانیت سے ہوتے ہیں ۔ کامیابی کی خوشی جس طرح منتہی کو ہوتی ہے ۔ اسی طرح مبتدی کو بھی ہوتی ہے۔ اور ایسا ہی ناکامی کا درد و افسوس بھی دونوں کو ہوتا ہے ۔ لیکن خوشی و غمی کی مقدار میں مراتب ذہن کے تفاوت کے لحاظ سے اختلاف ضرور ہوا کرتا ہے ۔

پس مدارج و مراتب کا اختلاف جب روزِ روشن کی طرح واضح ہے تو قطعاً معقول نہیں کہ ہر مرتبہ کا مدرس ایک ہی قابلیت و اہلیت کا حامل ہو ۔ بلکہ ہر مرتبہ میں اسی مرتبہ کے نصاب کے پیشِ نظر اسی معیار کے معلم کا انتخاب عین دانائی ہے اور اس کے خلاف کرنا عقلی طور پر قطعاً غلط اور ناجائز ہے ۔

یہ اختلاف انسانوں کی صرف شخصی زندگی تک محدود نہیں بلکہ اقوام کی اجتماعی زندگیاں بھی اسی طرح کے نشیب و فراز سے دوچار ہیں ۔ تاریخی مطالعہ سے اس نتیجہ پر بخوبی پہنچا جا سکتا ہے کہ اقوام کی ابتدا و وسط و انتہا میں واضح طور پر بچپنے جوانی اور بڑھاپے کا سا فرق رونما ہوتا ہے

بلکہ پوری نوعِ انسانی کے تدریجی ارتقاء کا بعینہٖ یہی حال ہے انسان کا ابتدائی دور نوعِ انسانی کے بچپنے کا دور تھا ۔ رفتہ رفتہ ترقی کی منازل عبور کرنے کے بعد اس منزل کی نوبت آپہنچی ۔ جسے نوعِ انسانی کی جوانی کا آغاز کہا جا سکتا ہے تو چونکہ ہر مرتبہ انسان ایسی ہی مرتبہ کی تعلیم و تربیت کا اہل اور ایسی موزونیت سے فرائض و احکام کا حامل ہوا کرتا ہے ۔ لہٰذا اسی ہی مرتبہ کا معلم خدا کی طرف سے منتخب کیا جانا ضروری تھا ۔ پس خالقِ علیم و حکیم نے اسی ترتیب سے انتخاب فرمایا ۔

صحف آدمؑ جس درجہ کا نصاب تھے حضرت آدمؑ اسی درجہ کے معلم تھے اسی طرح صحف نوحؑ ۔ صحفِ ابراہیمؑ تورات موسیٰؑ ، زبورِ داؤدؑ اور انجیل عیسیٰؑ جن جن انسانی مدارج کا نصاب تھیں ۔ یہ انبیاء علیہم السلام انہی درجات کے لئے باختلاف مدارج معلم و مبلغ بن کر تشریف لاتے رہے ۔

اب نوعِ انسانی میں پوری صلاحیتیں موجود ہو گئیں تھیں اور اس کا دورِ شباب سے ہم آغوش ہو گیا تھا ۔ تو حکیم مطلق نے اس کی فلاح و بہبود اور عمل و کردار کے لئے وہ آخری نصاب تجویز فرمایا جو نوعِ انسانی کی آخری سانس تک اس کے لئے مشعلِ راہ بن سکے اور قطعاً کسی وقت تبدیل نہ کیا جائے اور فرمایا ۔ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ (تحقیق یہ قرآن انتہائی سیدھے اور مضبوط رستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے) ملاحظہ فرمایئے جس کو خود علیم و حکیم (اَقْوَم) انتہائی سیدھا و مضبوط ۔ کی لفظ سے تعبیر فرمائے تو اس میں تغیّر و تبدل کا امکان ہی کیا ہو سکتا ہے ؟ کیونکہ اس کے علاوہ جو بھی ہوگا ۔ اس سے کم ہوگا کیونکہ اس کے برابر اگر ہو تو اس کو يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ نہیں کہا جا سکتا ۔

پس جب قرآن مجید تکمیل تعلیم نفوس انسانیہ کا آخری کورس ہوا تو اس کا لانے والا نبی کمالات انسانیہ میں آخری حد امکان پر فائز ہو کر نوعِ انسانی کی آخری صف تک باوجود تفاوت استعدادات و اختلافات اذہان کے قابل پذیرائی ہو ورنہ

دامنِ انتخابِ علیم وقدیر پر جہل یا عجز کا بدنما داغ لگ جائے گا جو شانِ اقدس الٰہیہ کے سراسر خلاف ہے اور وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہے جو ورائے ہمہ صفات کمالات ہے جس کو اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْم اور وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ اور خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے مقدس القاب سے سرفراز فرما کر اللہ نے مبعوث فرمایا۔

پس معلوم ہوا کہ اس نبی کی نبوّت وجود عالمِ امکان کی آخری حد تک ہے جس کے بعد قیامت ہے۔ لہٰذا اس نبی کے بعد کسی نبی کی آمد کا امکان ہی نہیں کیونکہ نہ نوعِ انسانی میں مزید ایسی صلاحیتیں پیدا ہو سکتی ہیں جو معیارِ قرآن سے بالاتر ہوں اور نہ تعلیماتِ قرآنیہ میں ردّ وبدل یا نسخ کا کوئی امکان باقی ہے ورنہ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَم کے منافی ہوگا۔ اور نہ مراتبِ کمالاتِ انسانیہ میں کوئی ایسا گوشہ خالی ہے جس تک جنابِ رسالتمآبؐ کی رسائی نہ ہوئی ہو۔

لہٰذا جنابِ رسالتمآبؐ نوعِ انسانی کے آخری نصاب کے آخری مدرس ہیں۔ ان کے بعد نہ کسی کی گنجائش ہے اور نہ کوئی آسکتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مستقل نبی تو نہیں آسکتا۔ لیکن آنحضرتؐ کے بعد کسی ظلّی بروزی یا امتی نبی کے آجانے میں کیا حرج ہے کیونکہ یہ نئی شریعت نہیں لاتے بلکہ ان کا کام اسی نبی کی تعلیمات کی توضیح و ترویج ہی ہوتا ہے اور بس تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کی شریعت کی توضیح و ترویج یا تشریح و تبلیغ کا فریضہ اس کے اوصیاء وخلفائے طاہرینؑ کے بعد تمام علماء پر عائد ہوتا ہے تاہم وہ نبوّت کے مقدس اور خصوصی لقب سے ملقب نہیں کئے جا سکتے۔ علاوہ ازیں جنابِ رسالتمآبؐ کا ارشادِ گرامی لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اور اس کا ناقابلِ تخصیص عموم کسی مدعیٔ نبوت کو (خواہ امتی یا جزوی یا ظلّی و بروزی نبی کہلانے کے ہزاروں بہانے بناتا پھرے) صفِ انبیاء میں قدم دھرنے کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔

نیز کسی جزوی نبی کی بعثت نوعِ انسانی کی تدریجی طرزِ تعلیم کے بھی منافی ہے جسے کوئی صاحبِ ہوش و ذی شعور قبول نہیں کر سکتا۔ مثلاً کسی کالج کے پرنسپل کے چلے جانے کے بعد کسی طالب علم کو (گو پورے کالج میں ممتاز ہی کیوں نہ ہو) کالج کا پرنسپل نہیں بنایا جا سکتا۔ خواہ اس کی کارکردگی کالج بھر میں افادی حیثیت کی حامل بھی ہو ویسے وہ اپنی بلند استعداد اور افادیت کے پیشِ نظر انعام واکرام کا مستحق بھی ضرور ہوگا۔ لیکن اگر اُس نے اِس خطابِ مخصوص کو چرانے کی کوشش کی تو اس کی محنت اکارت جائے گی اور اس کی سب حسنِ کارکردگی افسرانِ بالا کی نگاہوں میں محض بدنیتی پر محمول ہوگی اور کالج سے نکال دینے کے علاوہ اس کو عبرتناک سزا دینا بھی عین انصاف ہوگا۔ بلکہ طالب علم تو درکنار کالج کا ممتاز ترین پروفیسر بھی اس خطاب کا اہل نہیں ہوا کرتا اگر وہ بھی ایسا کرے تو ویسی ہی سزا بلکہ اس سے بھی زیادہ سزا کا مستحق قرار دیا جائے گا۔ پس اس مقام پر کسی بھی شخص کا ادعائے نبوّت نوعِ انسانی کو دھوکا دینے اور سادہ لوح انسانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے۔ پھر اعتراض وارد کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کی تشریف آوری پھر کیسے ہوگی؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ فرائض نبوّت کی انجام دہی کے لئے تشریف نہ لائیں گے بلکہ حضرت رسالتمآبؐ کے آخری قائمقام حضرت مہدی امام آخرالزمان علیہ السلام عجل اللہ فرجہٗ کے مقتدی اور مؤید بن کر آئیں گے تاکہ اطرافِ عالم میں

پھیلی ہوئی قوم نصاریٰ کے دل و دماغ میں جناب رسالتمآبؐ کی عظمت اور ان کے دین کا سکہ بیٹھ جائے۔ اور ان کے لئے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا رستہ ہموار ہو جائے۔

پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس جرم کی پاداش میں ان سے عہدۂ نبوّت سلب کیا جائے گا اگر ان کا جرم ثابت ہو تو ان کی نبوت ہی ساقط ہے اور اگر ان کا کوئی جرم نہیں تو پھر بلا وجہ ان سے عہدہ نبوّت چھین کر صفِ امّت میں کھڑا کر کے دوسرے کا مقتدی بنانا عدل خداوندی سے دُور بلکہ منافیٔ عدل ہے۔

(۱) اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا حضرت مہدیؑ علیہ السلام کی اقتدا میں ہونا نہ ان کی توہین ہے اور نہ منافیٔ نبوت ہے تاکہ منافیٔ عدلِ خداوندی ہو۔ جس طرح حضرت موسیٰؑ کا خضرؑ کی شاگردی میں داخل ہونا نہ ان کی توہین تھا۔ اور نہ منافیٔ نبوّت۔ چھوٹے مدرسے کا مدرس اعلیٰ اگر کسی کالج کے پرنسپل یا اس کے قائمقام یا ماتحت پروفیسر کے شاگردوں کی صف میں داخل ہو کر کچھ استفادہ کر لے تو یہ چیز نہ اس کی منقصت و توہین کی موجب ہے اور نہ اس کی ملازمت کے منافی ہے بلکہ وہ اپنے سکول میں ویسے کا ویسا معلّم و استاد ہے لیکن کالج کے پرنسپل کے سامنے یا اس کے قائمقام یا ماتحت پروفیسروں کے سامنے شاگرد کی حیثیت سے ہے اس کے چھوٹے سکول کے مدرس ہونے کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہوا کرتا کہ وہ کالج میں بھی اسی مدرسی کی حیثیت سے جائے۔ ورنہ اس کی توہین ہو گی اور اس کی معلّمی کے منافی ہو گی۔ بلکہ کالج کے پرنسپل سے کچھ استفادہ کر لینے کے بعد وہ اپنی پہلی ڈگری سے ترقی کر کے بلند درجہ کی تدریس کے قابل ہو جائیگا

(۲) نیز یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ جب وہ تشریف لائیں گے تو وہ عالمین کے نبی تو تھے نہیں۔ لہٰذا عالمین کے ہادی کے پیچھے کھڑے ہو کر اپنی قوم نصاریٰ کو پیغامِ خدا سنائیں گے اور جناب رسالتمآبؐ کے دین پر آنے کی دعوت دیں گے اور عمل سے حضرت حجّت علیہ السلام کی اقتداء میں نماز پڑھ کر اپنی قوم کے سامنے ان کا واجب الاتباع اور امامِ برحق ہونا ثابت کریں گے لہٰذا ان کا عہدہ ان سے چھینا نہیں جائے گا۔ بلکہ وہ اپنے عہدۂ نبوّت کے ماتحت اپنا تبلیغی فریضہ ادا کریں گے۔

(۳) نیز یہ جواب بھی ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہا۔ حضرت مہدیؑ کے پیچھے کھڑے ہو کر اُن کے عقائد فاسدہ کو عملی طور پر باطل کریں گے کہ اگر خدا یا خدا کا بیٹا ہوتا تو کسی مخلوق کی اقتدار میں کیوں ہوتا؟ اور یہ بات اُن کے عہدۂ نبوّت سے کیا منافات رکھتی ہے؟ بلکہ بمطابق عہدہ فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی ہے اور اس سے پہلی فصل میں ثابت ہو چکا ہے کہ گذشتہ انبیاء اپنی امّتوں کے نبی اور سردار تھے۔ لیکن حضرت محمد مصطفیٰؐ کی عالمی نبوّت کے مقابلہ میں وہ بحیثیت رعایا اور امّت کے تھے اور اسی طرح حضرت کے برحق جانشینوں کے سامنے بھی وہ رعایا کی حیثیت سے ہیں۔ پس حضرت عیسیٰ اپنی امّت کے لئے فرائضِ نبوّت کی ادائیگی کریں گے اور حضرت محمد مصطفیٰ کے آخری جانشین کی اقتداء میں کھڑے ہو کر دنیائے اسلام کے

لہ ان کا اس فریضۂ تبلیغ کا ادا کرنا بحیثیت نبی کے نہیں ہو گا، بلکہ حضرت مہدی کے ایک مقتدی و سپاہی کی حیثیت سے ہو گا۔ لہٰذا اس کی ختم نبوّت سے کوئی منافات نہیں۔ گویا حضرت عیسیٰؑ دینِ اسلام کے مبلّغ ہوں گے اور حضرت مہدیؑ کے ماتحت کام کریں گے (منہ)

سامنے ایک عملی وعظ و نصیحت بھی فرمائیں گے اور وہ یہ کہ ۔ اے انتخاب سے محمدؐ مصطفٰے کے جانشینوں کا تعین کرنے والو، دیکھ لو محمدؐ مصطفٰے کا جانشین وہ ہوسکتا ہے جو گذشتہ تمام نبیوں پر حکومت کرسکتا ہو اور انبیاء چونکہ معصوم ہوا کرتے ہیں۔ لہٰذا اس کو معصوم ہونا چاہیئے۔ پس غیر معصوم قطعاً حضرت محمدؐ مصطفٰے کا جانشین نہیں ہوسکتا۔

میرے اس پورے بیان کا ماحصل یہ ہے۔

چونکہ قرآن مجید تکمیلِ نفوس انسانیہ کا آخری کورس ہے۔ لہٰذا اس کا معلم و مدرس نبی بھی آخری نبی ہے۔

چونکہ قرآن مجید شریعت کی آخری کتاب ہے۔ لہٰذا اس کو لانے والے نبی کی نبوّت بھی آخری نبوّت ہے۔

قرآن آخری کتاب اور شریعت آخری شریعت ہے پس محمد مصطفٰے آخری نبی اور اسلام آخری دین ہے۔

قرآن کے بعد کسی دوسری کتاب کے نازل ہونے کا دعویٰ جھوٹا ہے اور وہ کتاب بھی جھوٹی ہوگی اور اس کتاب والا بھی جھوٹا ہوگا۔ اسی طرح دینِ اسلام کے بعد کسی اور دین کے پیش کرنے والا بھی جھوٹا اور اس کا دین بھی جھوٹا ہوگا۔ پس محمدؐ مصطفٰے کے بعد اگر کوئی شخص نبوّت کا دعویٰ کرے تو اس کی نبوّت جھوٹی اور وہ بھی جھوٹا ہوگا۔

والحمد للہ رب العٰلمین

قرآن اور وجودِ مہدیؑ عج

گذشتہ بیان میں ثابت کیا جاچکا ہے کہ قرآن آخری کتاب اور اس کے لانے والا رسولؐ آخری رسولؐ ہے۔

حدیث قدسی مشہور لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ کا مطلب یہ ہے کہ حضور رسالتمآبؐ ہی مقصد تخلیق عالم تھے تو جب آپ اس دارِ فانی سے عالم جاودانی کی طرف تشریف لے گئے تو کائنات کے وجود کو بھی تو ختم ہو جانا چاہیئے تھا۔ کیونکہ جس کی خاطر یہ سب کچھ بنایا۔ جب وہ نہ رہا۔ تو اس سب کچھ کے باقی رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ جس معزز مہمان کی آمد کے لئے پلنگ بسترہ لگایا جائے۔ دسترخوان بچھایا جائے۔ فانوس جگایا جائے تو اس کے رخصت ہوجانے کے بعد سب سامان سمیٹ دیا جاتا ہے۔ پس اسی طرح جب مقصد خلقتِ کائنات و آسمانی آخری کتاب (قرآن مجید) کا آخری مبلّغ موجود نہیں تو یہ کتاب کس لئے ہے اور دیگر تکالیفِ شرعیہ کیوں باقی ہیں؟

تو اس کا جواب بلکہ واحد حل یہی ہے کہ ابھی کسی آنے والے کا انتظار ہے اور ابھی وجود کائنات کا سہارا اور کتابِ خدا کا مدرس ایک ایسا فرد موجود ہے جو حدیث لولاک کے مصداق کا حصہ ہے۔ ورنہ جس طرح حضورؐ تشریف لائے۔ اور چلے گئے اگر ان کے بعد حدیث لولاک کے اور مصادیق کی آمد نہ ہوتی اور دنیا میں ان کا حقیقی جانشین باقی نہ ہوتا۔